حدیث کے ارتقاء اور تدوین کے مراحل و عوامل کا تحقیقی جائزہ

* پروفیسر ڈاکٹر علی اصغر چشتی

خلفائے راشدین روایت حدیث میں نہایت سختی سے ''تثبت'' پر عمل کرتے تھے۔ تثبّت کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جس طرح حدیث سنی ہے بعینہٖ انہی الفاظ اور حرکات وسکنات کی پابندی کے ساتھ اس کی روایت کی جائے۔ تثبت کے لیے حفظ، ضبط اور اتقان لازمی اجزا ہیں۔ امام زہری رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے سامنے حدیث بیان کی اس شخص نے اس حدیث کو سمجھنے کے لیے کوئی سوال کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((هو كما حدثتک، أیّ أرض تقلنی اذا أنا قلت ما لم أعلم)) (1)

''حدیث جس طرح میں نے بیان کی ہے اسی طرح ہے۔ اگر میں ایسی بات کروں جو میرے علم میں نہیں تو کونسی زمین میرا بوجھ برداشت کرے گی''۔

حضرت عمرؓ بھی تثبّت پر سختی سے عمل کرتے تھے۔ انہوں نے ایک رہنما اصول وضع کیا تھا اسی اصول پر دوسروں کو بھی عمل کرنے کی ہدایت کرتے تھے۔ وہ اصول یہ ہے:

((من سمع حديثا فحدّث به كما سمع فقد سلم)) (2)

''جس نے کوئی حدیث سنی اور جیسی سنی ویسی ادا کی تو وہ محفوظ رہا''۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی شیخین کے اصول پر عمل کرتے تھے اور تثبّت کی ہدایت فرماتے تھے۔ اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو روایت کرنے سے نہیں روکتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حدیثِ نبوی ﷺ کی اشاعت میں کافی حصہ لیا اور آپ نے لوگوں کو حدیث حاصل کرنے کی ترغیب دی۔ ساتھ ہی تثبّت کی بھی ہدایت فرماتے تھے تا کہ حدیث کی اشاعت صحیح طریقے سے ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

---

* پروفیسر/ ڈین، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

((اذا حدّثتکم عن رسول الله ﷺ حدیثا فلأن أخر من السماء أحب الیّ من أن أکذب علیه)) (3)

''میں آسمان سے گر کر چور چور ہونے کو ترجیح دیتا ہوں بہ نسبت اس کے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف جھوٹی روایت منسوب کروں''۔

خلفائے راشدین کے بعد دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے تلامذہ یعنی تابعین اور تبع تابعین نے بھی تثبت کے التزام کو قائم رکھا اور حدیث وسنت کی صیانت اور حفاظت اسی طرح کی جس طرح قرآن مجید کی حفاظت کی۔ ذیل میں اس پہلو سے متعلق بنیادی معلومات پیش کی جارہی ہیں۔

اسلامی فتوحات کی وسعت

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام کے ہاتھوں اسلامی فتوحات کا سلسلہ روز بروز بڑھنے لگا اور اللہ جلّ شانہٗ کا یہ وعدہ پورا ہو کر رہا:

﴿وَعَدَاللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ. وَلَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ م بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾ (4)

''اللہ جلّ شانہٗ کا تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ وعدہ ہے جو ایمان پر قائم رہیں گے اور عمل صالح کرتے رہیں گے کہ وہ انہیں اس زمین کی خلافت عطا کرے گا جس طرح کہ اس نے ان اہل ایمان کو (خلافت) عطا کی تھی جو ان سے پہلے گزرے ہیں، وہ انہیں اپنے پسندیدہ دین پر چلنے کی توفیق اور صلاحیت عطا کرے گا اور ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا''۔

چنانچہ پورا ملک شام (اردن، فلسطین، لبنان اور سوریا) اور پورے کا پورا عراق 17ھ میں فتح ہوا۔ 21ھ میں فارس اسلامی ریاست میں شامل ہوا، 56ھ میں مسلمان سمرقند پہنچ گئے۔ اور 93ھ میں اندلس مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔ ان فتوحات کے نتیجہ میں مفتوح ممالک کے باشندے بکثرت حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور ان

کی تعلیم وتربیت کی ضرورت پیش آئی۔ خلفائے وقت نے ان کی تعلیم وتربیت اور کتاب وسنت کی اشاعت کے پیشِ نظر علماء اور فقہاء کو ان مفتوح ممالک میں بھیجا۔ ان حضرات نے مختلف علاقوں میں جا کر اپنے اپنے حلقے قائم کئے اور تعلیم وتدریس کے ذریعہ اصلاح وارشاد کا کام کیا۔

صحابہ کرام جہاں جاتے وہاں کے لوگ ان کے گرد جمع ہو جاتے۔ ان سے رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال اور صفات کے بارے میں دریافت کرتے۔ عقیدت وارادت اور فرطِ جذبات کی وجہ سے ان کی مجلس میں بیٹھنے کو سعادت سمجھتے اس طرح متعدد علاقوں میں صحابہؓ کرام کی وجہ سے جو حلقے اور مرکز قائم ہوئے بعد میں کتاب وسنت کی ترویج واشاعت میں ان مراکز نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ عام طور سے ان حضرات کی درسگاہیں مسجدوں میں قائم ہوتی تھیں۔ عموماً دس دس طلبہ کا ایک حلقہ بنایا جاتا تھا اور ہر حلقہ میں ایک عریف (Class Senior) مقرر کیا جاتا تھا۔ تمام حلقوں کی نگرانی ہر حلقہ کا عریف کرتا تھا اور تمام عریفوں کی نگرانی ''صحابی'' خود کرتے تھے جو محراب میں کھڑے رہتے تھے۔ ذیل میں اس نظامِ تعلیم کے حوالہ سے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی درس گاہ کی ایک جھلک پیش کی جاتی ہے۔

حضرت ابوالدرداء کی درس گاہ

((انَّ ابا الدرداءؓ الذی توفی سنة 32ھ، کان إذا صلّٰی الغداة فی جامع دمشق اجتمع الناس للقراء ة علیه. فکان یجعلهم عشرة عشرة، وعلی کل عشرة عریفا، ویقف هو فی المحراب یرمقهم بصره، فاذا غلط أحدهم رجع إلي عریفهم، وإذا غلط عریفهم رجع إلي أبی الدراداء فسأله' عن ذلک)) (5)

''ابوالدرداء رضی اللہ عنہ (م 32ھ) جب جامع دمشق میں فجر کی نماز سے فارغ ہوتے تو لوگ ان سے پڑھنے کے لیے جمع ہو جاتے تھے۔ حضرت ابوالدرداء نے دس دس طلبہ کی جماعت بندی کی تھی اور ہر ایک جماعت میں ایک عریف انہیں طلبہ میں سے مقرر کرتے تھے۔ اور خود مسجد کے محراب میں کھڑے ہو کر سب کی نگرانی کرتے تھے''۔

جب کوئی طالب علم غلطی کرتا تو اپنے عریف سے پوچھتا اور جب عریف کو اشکال ہوتا تو وہ ابوالدرداء کی طرف رجوع کرتا۔

ایک دفعہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے طلبہ کا شمار کر دیا تو سولہ سو سے زیادہ طلبہ کی تعداد ظاہر ہوئی جس کی شہادت ذیل کی روایت سے ملتی ہے:

((روى مسلم بن مشكم: قال لي أبو الدرداء: أعدد من يقرأ عندي القرآن فعددتهم بأمره الفا وستمائة نيفا، وكان لكل عشرة مقرئ، وابوالدرداء عليهم قائما، اذا احكم الرجل منهم تحوّل إلى أبي الدرداء)) (6)

''مسلم بن مشکم کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوالدرداء نے کہا: جتنے طلبہ میرے ہاں قرآن پڑھ رہے ہیں ان کی گنتی کرلو۔ میں نے طلبہ کا شمار کیا تو سولہ سو سے کچھ زیادہ تھے اور ہر دس طلبہ پر ایک قاری (معلم) ہوتا تھا اور ابوالدرداء ان سب کے نگران تھے جب ان طلبہ میں سے کوئی پختہ کار ہو جاتا تو آخری تعلیم کے لیے ابوالدرداء کے قریب جاتا''۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی طرح دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی مختلف شہروں میں درسگاہیں تھیں جن میں قرآن اور سنت کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے تعلیم حاصل کر کے ہر مفتوحہ ملک اور شہر میں ان کے شاگردوں کا ایک مستند طبقہ پیدا ہوا جو حدیث وسنت کے بڑے حامی اور محافظ بنے اس طبقہ کو اصطلاح میں ''تابعین'' کہتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی درسگاہوں کے لیے آج کل کی طرح بڑی بڑی عمارتیں نہیں ہوتی تھیں۔ بلکہ مساجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی اپنے اوقات میں کی جاتی تھی اور یہیں قرآن وحدیث کی تعلیم بھی دی جاتی تھی جس کی وجہ سے تعمیر پر اضافی اخراجات نہیں ہوتے تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے دل ودماغ کو قرآن وسنت کے علوم سے معمور رکھتے تھے اور انہی سرچشموں سے طلبہ کو سیراب کرتے تھے۔ یہ علمی مراکز جو مختلف شہروں میں قائم ہوگئے اب ہم اختصار کے ساتھ ان کا تذکرہ کریں گے۔

مدینہ منوّرہ

مدینہ منوّرہ رسول اللہ ﷺ اور بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقامِ ہجرت تھا۔ آپ ﷺ کی زیادہ تر

احادیث کو اسی شہر میں پھیلنے کا موقع ملا۔ استخراج اور استنباط کا کام بھی زیادہ تر یہیں ہوا۔ مہاجر صحابہ مدینہ منورہ میں رہنے کو پسند کرتے تھے اور کوئی یہاں سے دوسرے علاقوں میں جانا نہیں چاہتا تھا۔ اسلامی ریاست کا مرکز اور خلفائے راشدین کے عہد میں ''دارالخلافہ'' بنا۔ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں اور آپ کے وصال کے بعد بھی صحابہؓ کرام یہاں کے قیام کو ترجیح دیتے تھے تا کہ یہاں کی برکات سے بہرہ اندوز ہوتے رہیں۔ مگر جب ریاست کو انہیں مدینہ سے باہر بھیجنے کی ضرورت پیش آتی یا تعلیمی و معاشی ضرورت درپیش ہوتی تو وہ مدینہ سے باہر جاتے۔ مدینہ منورہ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عقیدت و ارادت کے بارے میں ابن سعد طبقات میں محمد بن عمر سے روایت کرتے ہیں: ((لا نعلم احدا من المهاجرين من أهل بدر رجع إلى مكة))

''ہم اہل بدر کے مہاجرین میں سے کسی کو نہیں جانتے ہیں جو مکہ واپس گئے ہوں''۔

مطلب یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی بدری مہاجر مدینہ منورہ کی سکونت ترک کر کے مکہ واپس نہیں گیا۔ مدینہ میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن، حدیث اور استنباط کے مجال میں عبور تھا ان کی تعداد کافی تھی جن میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ حضرت علیؓ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم، اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ابوسعید خدری اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم نمایاں تھے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کتاب اور سنت کے احکام کے فہم اور اصابت رائے میں شہرت رکھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی رائے سے برابر استفادہ کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ رضی اللہ عنہم کی خلافت کے عہد میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ قضا، فتویٰ، قرأت اور فرائض کے منصب پر صدر کی حیثیت سے تھے یہاں تک کہ 45ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔

ان جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیم و تربیت سے ان کے شاگردوں کا مدینہ منورہ میں تابعین کا ایک ممتاز گروہ تیار ہوا جن میں چند مشہور تابعین کے نام یہ ہیں:

سعید بن المسیب، عروۃ بن الزبیر، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری، عبیداللہ بن عتبہ بن مسعود، سالم بن عبداللہ ابن عمر، قاسم بن محمد بن ابی بکر، نافع مولی ابن عمر۔ یہ حضرات کتاب وسنت کے ماہر اور عالم تھے، حدیث نبوی ﷺ اور فتویٰ کے لیے ان کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ عہدِ نبوی میں سب سے بڑی درسگاہ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی تھی۔ جہاں شب و روز کے اکثر اوقات میں قرآن کریم اور حدیث کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

صفہ اور اصحابِ صفہ

تعلیم وتربیت کے لحاظ سے صفہ کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ صفہ سائبان کو کہتے ہیں۔ یہ ایک سائبان تھا جو مسجد نبویؐ کے ایک کنارہ پر مسجد سے ملا ہوا تیار کیا گیا تھا۔ چند حضرات نے اپنی زندگی صرف عبادت اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہ کر استفادہ کرنے کے لئے وقف کر دی تھی۔ یہ لوگ دن کو بارگاہِ نبوت میں حاضر رہتے اور آیات وروایات کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور رات کو اسی چبوترے (صفہ) میں قیام کرتے تھے اور باہم مل کر یہاں آیات وروایات کا مذاکرہ کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی انہی لوگوں میں سے تھے جو 7ھ میں یمن میں اسلام لائے اور وہاں سے مدینہ منورہ پہنچے۔ راتوں کو یہ حضرات عبادت کرتے ان کے لیے ایک معلم مقرر تھا اسی کے پاس بیٹھ کر پڑھتے تھے اس بنا پر ان میں سے اکثر قاری کہلاتے تھے۔ دعوت وتبلیغ کے لیے کہیں بھیجنا ہوتا تو یہ لوگ بھیجے جاتے غزوۂ بیر معونہ میں انہی میں سے ستر (70) افراد اسلام کی تعلیمات سکھانے کے لیے بھیجے گئے تھے جن کو کفار نے شہید کر دیا تھا۔ ان اصحاب صفہ کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی اور مجموعی تعداد میں چار سو تک پہنچی تھی۔ شیخ احمد بن محمد البصری (م304ھ) نے اصحاب صفہ کے موضوع پر ایک مستقل تالیف فرمائی ہے۔ (7)

مکہ مکرّمہ

رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ مکرمہ فتح کیا، تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو مکہ ہی میں قیام کرنے کی ہدایت کی تاکہ وہ یہاں کے لوگوں کو حلال وحرام اور کتاب وسنت کی تعلیم دیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ علم وفضل اور حسن سلوک کے لحاظ سے مشہور تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے تھے اور صحابہ کرامؓ میں فقہ واجتہاد کے پہلو سے شہرت رکھتے تھے۔ آپ سے حضرت ابن عباسؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے روایت کی ہے۔ آپ نے جو حلقہ قائم کیا بعد میں عبداللہ بن عباسؓ نے اسے برقرار رکھا اور اس کے فروغ اور ترویج کے لیے کام کیا۔ ابن عباسؓ کے علاوہ مکہ میں صحابہ کرام کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔ مثلاً عبداللہ بن السائب مخزومی، جو صحابہ کے قاری تھے۔ عتاب بن اسید، خالد بن اسید، حکم بن ابی العاص اور عثمان بن طلحہ (رضی اللہ عنہم) وغیرہ۔ ابن عباس کے حلقہ سے جن تابعین نے استفادہ کیا اور جنہیں علم وفضل کے لحاظ سے شہرت حاصل ہوئی ان میں مجاہد، عکرمہ اور عطاء بن ابی رباح کے نام قابل ذکر ہیں۔

کوفہ

اسلامی فتوحات کے سلسلہ میں جب کوفہ کا علاقہ اسلامی حکومت میں شامل ہو گیا تو یہ جیشِ اسلامی کا ہیڈکوارٹر بن گیا۔ اس شہر کی اہمیت کی بناء پر کافی تعداد میں صحابہ کرام یہاں پہنچے اور مستقل سکونت یہاں اختیار کی۔ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آ کر کوفہ میں مستقل قیام کیا ان میں چند کے نام یہ ہیں:

علی ابن ابی طالبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، سعید بن زیدؓ، خباب بن الارتؓ، سلمانؓ فارسی، حذیفہ بن الیمانؓ، عمار بن یاسرؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، براء بن عازبؓ، مغیرۃ بن شعبۃؓ، نعمان بن بشیرؓ، ابوالطفیلؓ، اور ابوجحیفہ رضی اللہ عنہم۔

کوفہ میں کتاب وسنت کی تعلیم اور اشاعت کی سیادت عبداللہ بن مسعودؓ کو حاصل تھی۔ آپ علم وفضل کے لحاظ سے ممتاز حیثیت کے حامل تھے۔ کوفہ میں آپ کو طویل عرصہ تک قیام کرنے کا موقع ملا۔ یہاں آپ نے تعلیم وتربیت کے لیے ایک مستقل حلقہ قائم کیا۔ آپ سے جن حضرات نے استفادہ کیا اور علم وعمل کی دنیا میں شہرت پائی ان میں سے مسروق بن الاجدع، ہمدانی، عبیدہ بن عمرو سلمانی، سعد بن یزید نخعی، اور شریح بن الحارث کندی قابلِ ذکر ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شریح کو کوفہ کا قاضی بنایا۔ حجاج کے زمانہ تک آپ اسی منصب پر فائز رہے۔ اس حلقہ کے دیگر مشاہیر میں ابراہیم بن یزید نخعی فقیہ العراق، سعید بن جبیر اور عامر بن شراحیل حدیث اور فقہ میں امامت کے درجہ پر فائز ہوئے۔ علماء رجال نے انہیں حفاظ میں شمار کیا ہے۔ (8)

بصرہ

بصرہ میں کتاب وسنت کی تعلیم وتدریس کے لیے جو مرکز قائم ہوا اس کی بنیاد حضرت انس بن مالک کی وجہ سے قائم ہوئی۔ اس شہر میں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف لائے اور جن کی وجہ سے کتاب وسنت کی تعلیمات کو فروغ حاصل ہوا ان میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہاں بطور والی رہے۔ ان کے علاوہ عقبہ بن غزوان، عمران بن حصینؓ، ابوز ہرہ اسلمیؓ، معقل بن یسارؓ، ابوبکرہؓ، عبدالرحمٰن بن میسرہؓ، عبداللہ بن الشخیر، اور جاریہ بن قدامۃ رضی اللہ عنہم نے بھی یہاں قیام کیا اور اہل بصرہ کو اپنی معلومات سے مستفید ہونے کا موقع فراہم کیا۔

بصرہ کے جن تابعین کو علم وفضل کے مجال میں شہرت اور مقام ومرتبہ حاصل ہوا ان میں سے چند کے نام یہ ہیں: ابو العالیہ رفیع بن مہران ریاحی، حسن بصری، محمد بن سیرین، ابو الشعثاء جابر بن زید، قتادۃ بن دعامۃ سدوسی، مطرف بن عبداللہ بن الشخیر اور ابوزہرہ بن ابی موسیٰ۔

شام

مسلمانوں نے جب ملک شام کو فتح کیا تو یہاں کے باشندے بہت بڑی تعداد میں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ خلفائے اسلام نے ان علاقوں کی طرف خاص توجہ کی اور یہاں کے عوام کی تعلیم وتربیت کے لیے فضلاء اور فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا۔ جن میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صف میں اعلیٰ درجہ کے فقیہ شمار ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا اور فتح مکہ کے بعد اہل مکہ کی تعلیم وتربیت کے لیے بھی آپ کا انتخاب کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کتاب وسنت کی تعلیم اور اشاعت کے لیے ملک شام بھیجا تھا۔ ابن سعد طبقات میں ابو مسلم خولانی سے روایت کرتے ہیں:

> **((دخلت مسجد حمص، فاذا فيه نحو من ثلاثين كهلا من أصحاب النبیﷺ، واذا فيهم شاب كحل العينين، بريق الثنايا، ساكت لا يتكلم، فاذا امترى القوم فى شىء اقبلوا عليه، فسألوه، فقلت لجليس لى: من هذا؟ ...... قال: معاذ بن جبل))** (9)
>
> ''ابو مسلم خولانی کہتے ہیں: میں شہر حمص (شام) کی مسجد میں داخل ہوا، وہاں تقریباً تیس ادھیڑ عمر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف رکھتے تھے جن میں سے ایک صحابی جوان نظر آ رہے تھے۔ اس کی آنکھیں سرمگیں اور دانت خوبصورتی کی وجہ سے چمک رہے تھے۔ یہ جوان اور حسین صحابی بالکل خاموشی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کسی کے ساتھ بات چیت نہیں کر رہے تھے۔ میں نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھا: یہ کون ہے؟...... اس نے بتایا: یہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں''۔

ملک شام کے لوگوں کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سنبھالی ان میں ایک مشہور اور نمایاں نام حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کا ہے۔آپ قرآن کے بہت اچھے قاری اور فقہ واستنباط کے ماہر تھے۔آپ کے علاوہ ابوالدرداء انصاری رضی اللہ عنہ نے کتاب وسنت کی تعلیم واشاعت کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابوالدرداء کو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم کے ساتھ شام کی طرف روانہ کیا تھا۔ان حضرات کے لیے یزید بن ابوسفیان نے حضرت عمر بن الخطاب کو خط لکھا تھا اور درخواست کی تھی کہ اہل شام کی تعلیم کے لیے معاذ بن جبل،عبادۃ اور ابوالدرداء رضی اللہ عنہم کو بھیج دیا جائے۔امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ملک شام میں علمی،فکری اور فقہی سرگرمیوں کو بعد میں جو عروج حاصل ہوا اس کی بنیاد میں ان تینوں حضرات کی کوشش وکاوش کا بہت بڑی حد تک عمل دخل نظر آتا ہے۔

شام کی طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تعلیم وتدریس کے لیے حضرت عبدالرحمٰن بن غنم کو بھی بھیج دیا تھا۔ عبدالرحمٰن حضرت معاذ کے تلمیذ خاص تھے اور ان سے بہت زیادہ متاثر تھے۔شرحبیل بن حسنہ اور فضل بن عباسؓ نے بھی کتاب وسنت کی تعلیم اور اشاعت میں بہت اہم کردار ادا کیا۔شام کے مختلف مراکز سے جو تابعین مستفید ہوئے اور بعد میں جنہوں نے علم کی ترویج میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا ان میں چند کے نام یہ ہیں:

ابوادریس خولانی،قبیصہ بن ذویب،مکحول بن ابومسلم دمشقی،اور رجاء بن حیوہ۔

مصر

مصر کا علاقہ جب فتح ہوا تو یہاں کے باشندے بھی بکثرت حلقہ اسلام میں داخل ہوئے اور صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد کتاب وسنت کی تعلیم واشاعت کے لیے یہاں آ پہنچی۔عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ اپنے والد فاتح مصر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصر میں داخل ہوئے۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو چونکہ کتابتِ حدیث کی اجازت حاصل تھی اس لیے آپ کے پاس احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ موجود تھا۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ چونکہ لکھتے تھے اس لیے ان کے پاس احادیث کا ذخیرہ سب سے زیادہ تھا۔ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے مصر میں مستقل سکونت اختیار کی اپنے والد کے انتقال کے بعد بھی یہیں کے ہو رہے۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے علاوہ مصر میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قیام فرمایا ان کے نام یہ ہیں:

عقبہ بن عامر الجہنی ، خارجہ بن حذافہؓ،عبیداللہ بن سعد بن ابی سرحؓ،حمیہ بن جزءؓ،عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ،ابونضرہ غفاریؓ،ابوسعیدالخیرؓاور معاذ بن انس الجہنی رضی اللہ عنہم۔

مصر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیم وتربیت کے نتیجہ میں تابعین کی جو جماعت تیار ہوئی ان میں سے چند کے نام یہ ہیں:

ابوالخیر مرثد بن عبداللہ الیزنی، انہوں نے ابوایوب انصاری، ابونضرہ غفاری اور عقبہ بن عامر الجہنی سے روایات اخذ کیں۔

یزید بن ابی حبیب، انہوں نے مصر کے بیشتر صحابہ سے روایت کی ہے لیکن ان کی وہ روایات جومؤلفات میں پھیل گئی ہیں زیادہ تر تابعین سے ہیں۔آپ بنیادی طور ''بربر'' قبیلے سے تھے لیکن نشوونما مصر میں پائی تھی۔

اخذِ حدیث کے لیے سفر

بشر بن عبداللہ حضرمی کہتے ہیں کہ میں ایک ایک حدیث کے لیے شہروں شہروں سواری پر سوار ہوکر سفر کیا کرتا تھا تاکہ وہ حدیث جن جن رُواۃ کے پاس ہے ان سے براہِ راست سن سکوں۔(10)

ابوالعالیہ کہتے ہیں: ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے حدیث براہِ راست سننے کے لیے سفر کرتے تھے ان کی خدمت میں پہنچ کر ان سے استفادہ کرتے تھے۔ (11)

سعید بن المسیّب کہتے ہیں:''میں صرف ایک ایک حدیث کی خاطر کئی کئی دن اور رات سفر کرتا رہا ہوں''۔

امام شعبی نے ایک مرتبہ یہ حدیث:

> ((ایّما رجل کانت عندہ ولیدۃ فعلّمھا فأحسن تعلیمھا، وأدبھا فأحسن تادیبھا، واعتقھا فتزوجھا فلہ اجران......)) اپنے شاگردوں کو سنائی اور پھر کہا: ''اس حدیث کو بغیر کسی عوض کے حاصل کرلو۔ یہ ایسی حدیث ہے کہ اس کے حصول کے لیے طلبہ مدینہ منورہ کا سفر کرتے تھے''۔

امام شعبی کے اس جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دور میں حدیث کے رواۃ مسافتیں طے کرکے حدیث کے حاصل کرنے کے لیے مدینہ منورہ جاتے تھے۔امام یحیٰی بن معین رحمہ اللہ کا مشہور قول ہے۔آپ نے فرمایا:

''چار لوگوں سے بھلائی اور خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ ایک محلّہ کا چوکیدار، دوسرا قاضی کا منادی (آواز دینے والا)، تیسرا محدّث کا بیٹا، اور چوتھا وہ شخص جو اپنے شہر میں بیٹھ کر حدیث لکھتا ہے اور اس کی طلب و جستجو میں سفر نہیں کرتا''۔(12)

سنت کی حفاظت کے لیے مختلف ممالک اور شہروں کا کٹھن سفر ہمارے اسلاف کا بہت بڑا علمی جہاد تھا۔ انہوں نے اپنی بلند ہمتی، ایثار نفسی اور جفاکشی سے حدیث کے سننے اور جمع کرنے کی خدمات انجام دے کر وہ اعلیٰ مثال قائم کی ہے جس کی شمع کی روشنی میں متاخرین علماء گامزن ہوئے اور تدوینِ حدیث کے لیے منتشر قیمتی سرمایہ کو جمع کر دیا۔ ہمارے اسلاف نے روایات کے سننے اور جمع کرنے کے لیے کیسی کیسی مشکلات کا سامنا کیا۔ آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ چونکہ بعض شہروں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثرت کی وجہ سے حدیث کا ذخیرہ زیادہ تھا۔ مثلاً مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، کوفہ اور شام، اس لیے دوسرے علاقوں کے علماء اور رُواۃ حدیث ان شہروں کا رخ کرتے تھے۔ اور یہاں کے معاملات، عبادات، قضایا اور احکام میں ان شہروں کے علماء سے استفادہ کرتے تھے۔

کتابتِ حدیث کی ترغیب

روایتِ حدیث کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دَور ہی میں کتابتِ حدیث کا باقاعدہ سلسلہ جاری رہا۔

1) حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں فرائض صدقات لکھ کر دیئے تھے اور یہ فرائض صدقہ رسول اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے تھے۔ مسند امام احمد میں ہے: **ان ابا بکر کتب لھم ان ھذہ فرائض الصدقة التی فرض رسول اللہ......** ''ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھ کر دیا کہ یہ وہ فرائض صدقہ ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے مقرر کیا ہے''۔

2) عمرو بن سفیان کہتے ہیں کہ انہوں نے عمر فاروقؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا: **((قیّدوا العلم بالکتاب))** (13) ''علم (حدیث) کو قلم بند کر لیا کرو''۔ یہ روایت بھی منقول ہے کہ: **((وجد ابن عمر فی قائم سیف أبیه صحیفة))** (14) ''ابن عمر نے اپنے والد کی تلوار کے نیام میں ایک صحیفہ پایا تھا''۔

ISLAMIC RESEARCH INDEX
HEC & AIOU APPROVED PROJECT
IRI
اسلامی تحقیق کا اشاریہ
فهرسة البحث الإسلامي

(3 حضرت علیؓ طلب علم اور کتابت علم کے لیے لوگوں کو آمادہ کرتے تھے۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا: ((من یشتری منیّ علما بدرهم))...... ''کون ہے جو مجھ سے ایک درہم کی عوض علم خرید لے'' مطلب یہ کہ ایک درہم کا کاغذ خرید کر اس میں روایات ضبط کر لے۔ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے:

((تزاوروا واكثروا مذاكرة الحديث، فان لم تفعلوا يندرس الحديث))

''باہم ملتے رہو اور روایات کا مذاکرہ کرتے رہو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو یہ روایات ذہنوں سے اتر جائیں گی''۔

مسند امام احمد میں طارق ابن شہاب کی روایت ہے:

((رأيت عليّا على منبر يخطب...... سيفه من حديد سمعته يقول: والله ما عندنا كتاب نقرأه عليكم الاّ كتاب الله تعالى وهذه صحيفة أعطانيها رسول الله ﷺ فيها فرائض الصدقة''

''میں نے منبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا ان کی کمر میں تلوار تھی جس کا قبضہ لوہے کا بنا ہوا تھا اس وقت وہ فرما رہے تھے: اللہ کی قسم! ہمارے پاس کتاب اللہ اور اس صحیفہ کے سوا ایسی کتاب نہیں ہے جسے تم لوگوں کے آگے پڑھوں۔ یہ وہ صحیفہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے عطا فرمایا ہے۔ اس میں صدقہ کے احکام درج ہیں''۔

(4 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے تھے: ((ما كنا نكتب فى عهد رسول الله ﷺ إلا الاستخارة والتشهد.)) (16) ''ہم رسول اللہ ﷺ کے دور میں استخارہ اور تشہد کے علاوہ اور کچھ نہیں لکھتے تھے۔

(5 حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو مخاطب کر کے کہا کرتے تھے:

((تعلموا تعلموا، فانكم صغار قوم اليوم، تكونون كبارهم غدا، فمن لم يحفظ منكم فليكتب)) (17)

''تم پڑھو اور خوب دل لگا کر پڑھو آج تم قوم کے چھوٹے لوگوں میں سے ہو کل قوم کے بڑوں میں شمار ہو گے۔ تم میں جو زبانی یاد نہیں کر سکتا اسے چاہئے کہ اپنے پاس لکھ لیا کرے''

6) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھتیجے عروۃ بن الزبیر سے کہا:

((یا بنیّ! بلغنی انک تکتب عنی الحدیث، ثم تعود فتکتبه، فقال لها اسمعه منک علی شیء ثم أعود فاسمعه علی غیره، فقالت: هل تسمع فی المعنی خلافا؟...... قال: لا. قالت: لا بأس بذلک)) (18)

'' بیٹے! مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم مجھ سے حدیث لکھتے ہو۔ پھر دوبارہ اسی حدیث کو لکھتے ہو۔ عروۃ نے جواب دیا: آپ سے حدیث سنتا ہوں۔ پھر دوبارہ اسی حدیث کو دوسری سند سے سنتا ہوں تو لکھ لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: کیا تم کو دونوں روایتوں کے مفہوم میں فرق محسوس ہوتا ہے۔ عروۃ نے جواب دیا: نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: پھر کوئی مضائقہ نہیں''۔

7) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بشیر بن نہیک کو ان سے حدیث کے لکھنے اور روایت کرنے کی اجازت دی اور ایک روایت میں بشیر کہتے ہیں:

((أتیت أبا هریرة بکتابی الذی کتبته، قرأته علیه، فقلت: هذه سمعته منک؟ قال: نعم)) (19)

''میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس روایات کا وہ مجموعہ لے کر آیا جو میں نے آپ سے سن کر لکھ لیا تھا۔ میں نے اس کی روایات پڑھ کر آپ رضی اللہ عنہ کو سنائیں اور ان سے پوچھا: یہی وہ روایات ہیں جو میں نے آپ سے سنی تھیں! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں''۔

8) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس کئی مخطوطے تھے۔ فضیل بن حسن بن عمر بن امیہ ضمری اپنے والد حسن بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ابو ہریرہؓ کے پاس ایک حدیث بیان کی۔ ابو ہریرہ کے ذہن سے وہ حدیث اتر گئی تھی۔ میں نے کہا: یہ حدیث میں نے آپ ہی سے سنی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اگر تم نے یہ حدیث مجھ سے سنی ہے تو وہ میرے پاس لکھی ہوئی ہوگی اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور مجھے بہت سے مخطوطے دکھائے جن میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات درج تھے۔ ایک مخطوطہ میں وہ حدیث مل گئی جو ان کے ذہن میں نہیں تھی۔ اس موقع پر انہوں نے کہا: میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ حدیث اگر آپ نے مجھ سے سنی ہے تو وہ میرے پاس درج ہوگی''۔

دورِ صحابہ کے مخطوطات

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کتاب وسنت کی تعلیم کے لیے با قاعدہ حلقہ قائم کیا تھا۔ آپ اپنے شاگردوں کو پڑھاتے اور لکھواتے بھی تھے ایک روایت میں ہے کہ ان کے پاس تختیاں ہوتی تھیں جن پر وہ لکھواتے بھی تھے آپ اپنے شاگردوں سے کہا کرتے تھے: ((**قیّدوا العلم بالکتاب**)) ''علم (روایات) کو لکھ لیا کرو''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مولی (آزاد کردہ غلام) کریب بن ابی مسلم کا بیان طبقات ابن سعد میں موسیٰ بن عقبہ سے مروی ہے:

((وضع عندنا کریب بن ابی مسلم مولی عبداللہ بن عباس حمل بعیر من کتب ابن عباس)) (20)

''ہمارے پاس عبداللہ بن عباس کے آزاد کرہ غلام کریب بن ابی مسلم نے ابن عباس کی کتابیں رکھوائی تھیں جو ایک بارِ شتر تھیں۔ یعنی ایک اونٹ جس قدر بوجھ اٹھا سکتا ہے''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے بیٹوں سے کہا کرتے تھے:

((یا بنیّ قیدوا العلم بالکتاب)) ''علم (حدیث) کو قلم بند کر لیا کرو''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں کو حدیث لکھواتے تھے جب شاگردوں کی تعداد بڑھ جاتی تو آپ رضی اللہ عنہ کتابوں کا مجموعہ لا کر سامنے ڈال دیتے اور کہتے تھے:

((هذه احاديث سمعتها و كتبتها عن رسول الله ﷺ وعرضتها عليه))(21)

''یہ وہ احادیث ہیں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر لکھی تھیں اور آپ کے سامنے پیش کی تھیں''۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کے پاس ایک صحیفہ تھا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ صحیفۂ صغیر کے علاوہ ہے جس کا ذکر امام مسلم نے کتاب الحج میں کیا ہے۔(22)

صحیفۂ جابر کا ذکر ابن سعد نے صحابہ کے ترجمے میں کیا ہے۔ مجاہد اسی صحیفۂ سے حدیث بیان کرتے تھے۔ قتادۃ بن دعامہ سدوسی (م 118ھ) اس صحیفۂ کے متعلق کہتے ہیں کہ جابر بن عبداللہ کا صحیفۂ مجھے سورۃ البقرۃ سے زیادہ زبانی یاد ہے۔(23)

ایک روایت میں ہے کہ قتادۃ سلیمان الیشکری سے حدیث کی روایت کرتے تھے اور سلیمان الیشکری کے پاس جابر بن عبداللہ کی کتاب تھی اس لیے احتمال ہے کہ سلیمان نے صحیفہ جابر کو نقل کر لیا ہو کیونکہ وہ جابر بن عبداللہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ سلیمان الیشکری جابر بن عبداللہ کی صحبت میں رہے ہیں۔ مسجد نبوی ﷺ میں حضرت جابر بن عبداللہ کا حلقہ درس تھا۔ جس میں آپ شاگردوں کو حدیث لکھواتے تھے۔ ان سے کافی تعداد میں لوگوں نے حدیث لکھی ہے۔ مثلاً وھب بن منبہ، ابو الزبیر، ابوسفیان، اور شعبی نے جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے ان کی زیادہ تر روایات صحیفہ سے منقول ہیں۔

شعبی کہتے ہیں کہ: ''میں نے جابر بن عبداللہ کا پورا صحیفہ ان ہی سے سن لیا ہے''۔(24)

حضرت سمرۃ بن جندب (م60ھ) نے ایک مخطوطہ تیار کیا تھا جس میں بہت سی حدیثیں جمع کی تھیں ان احادیث کی روایت ان کے بیٹے سلیمان نے کی ہے۔(25)

ہوسکتا ہے کہ یہ نسخہ وہی رسالہ ہو جسے سمرہ نے اپنے بیٹے کے پاس بھیجا تھا جس کے متعلق محمد بن سیرین لکھتے ہیں کہ سمرہ نے اپنے بیٹے کو جو رسالہ بھیجا تھا اس میں بہت ساری روایات تھیں۔

یہ تمام آثار جو ایک دوسرے کی مؤید ہیں ثابت کرتی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دَور میں حدیث کی کتابت کا سلسلہ متداوّل ہو گیا تھا۔ انہوں نے اپنے لیے احادیث لکھیں اور ان کے شاگردوں نے بھی ان کے

سامنے احادیث لکھیں اور دوسروں کو کتابتِ حدیث اور حفظِ حدیث کی ہدایت کرتے رہے جیسا کہ حضرت علیؓ، ابن عباسؓ، حسن بن علی اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔

تابعین اور صحابہ کی ہم آہنگی

تمام تابعین نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے استفادہ کیا ان سے برابر ملتے جلتے رہے۔ان کی صحبت کو نعمت سمجھا۔ان سے ہر چیز معلوم کی۔اور رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث کا ذخیرہ انہی سے اور انہی کے طریقے سے حاصل کیا۔اور یہ بھی انہی سے معلوم کیا کہ حدیث کی کتابت کی ممانعت کب تھی۔اور اس کی اجازت کب دے دی گئی۔انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری پوری اقتدا کی جس طرح تلامذہ اپنے اساتذہ کی پیروی کرتے ہیں تابعین نے کتاب وسنت کی تعلیم صحابہ کرامؓ سے حاصل کی اور اس کے مطالب ومعانی بھی انہی سے اخذ کئے اس لیے یہ فطری بات تھی کہ تدوین حدیث کے متعلق تابعین کا رویہّ بھی وہی ہو جو صحابہ کرام کا تھا۔اس لیے جن اسباب وعوامل کی بناء پر خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کو کتابتِ حدیث میں تردّد اور ہچکچاہٹ تھی بعینہٖ وہی عوامل کتابتِ حدیث میں تابعین کے پیشِ نظر تھے۔اس لحاظ سے صحابہ کرام اور تابعین کا موقف ایک تھا۔ جب تک کتابتِ حدیث کی کراہت کے اسباب موجود تھے تابعین کتابتِ حدیث سے اجتناب کرتے رہے اور جب وہ اسباب زائل ہو گئے تو کتابتِ حدیث کے جواز بلکہ استحباب اور پھر وجوب پر اجماع ہو گیا اور تدوین حدیث پر اصرار کرنے لگے۔یہی وجہ ہے کہ کسی ایک تابعی سے کتابتِ حدیث کے متعلق دو مختلف خبریں ملتی ہیں۔ایک خبر میں ممانعت پائی جاتی ہے اور دوسری میں جواز کی خبر ہوتی ہے۔اور تابعین کے مختلف طبقے کبار، اوساط اور صغار سے کتابتِ حدیث کی مخالفت میں بھی اور اس کی اجازت میں بھی روایات ملتی ہیں۔کبار تابعین میں عبیدۃ بن عمرو السلمان المرادی (م-72ھ))، ابراہیم بن یزید التیمی (م-92ھ) جابر بن یزید (م-93ھ) اور ابراہیم نخعی (م94ھ) کتابتِ حدیث کے قائل نہ تھے۔یہ سب کے سب حدیث کو حفظ کے ذریعہ محفوظ اور ضبط کرتے تھے اور اپنی قوت حافظہ سے روایت کرتے تھے۔عبیدۃ بن عمرو پسند نہیں کرتے تھے کہ کوئی ان سے حدیث لکھے یا ان کے سامنے لکھی ہوئی حدیث پڑھے۔ابراہیم نخعی بھی اس کو نامناسب سمجھتے تھے کہ حدیثیں کاپیوں میں لکھی جائیں۔اور وہ آیات کے مشابہ بن جائیں۔آپ کہا کرتے تھے: ''میں نے کچھ نہیں لکھا''۔(26)

یہاں تک کہ انہوں نے اپنے شاگرد حماد بن ابی سلیمان کو اطراف حدیث کی کتابت سے بھی روک دیا۔ بعد میں ابراہیم نخعی نے اطرافِ حدیث کی کتابت کی مخالفت ترک کر دی۔ ابن عون کہتے ہیں: میں نے حماد کو ابراہیم نخعی کی مجلس میں حدیث لکھتے ہوئے دیکھا۔ ابراہیم نے حماد سے کہا: کیا میں نے تمہیں کتابتِ حدیث سے منع نہیں کیا ہے؟ حماد نے جواب دیا: یہ اطراف ہیں۔ عامر شعبی (م103ھ) کا مشہور قول ہے۔ آپ کہتے تھے:

((ما كتبت سوداء فی بیضاء ولا سمعت من رجل حدیثا فاردت أن یعیده علیَّ)) (27)

''میں نے روشنائی سفید کاغذ پر کبھی استعمال نہیں کی اور نہ میں نے کسی شخص سے حدیث سن کر یہ خواہش کی ہے کہ وہ دوبارہ مجھے سنادے۔ مطلب یہ کہ ایک بار حدیث سن کر یاد ہو جاتی ہے''

کتابتِ حدیث سے اجتناب

تابعین نے کتابتِ حدیث سے اجتناب اس وقت شروع کیا جب انہوں نے دیکھا کہ حدیث کے متعلق جو شخصی آراء ظاہر کی جاتی ہیں اور تشریح وتعبیر کے ضمن میں اقوال پیش کئے جاتے ہیں طلبہ ان آراء واقوال کو بھی حدیث کے ساتھ لکھتے جاتے تھے اور ان سے دوسرے طلبہ اپنے ہاں نقل کرتے تھے۔ اس طرح کے طرزِ عمل سے حدیث اور رائے میں التباس اور تشابہ کے پیدا ہو جانے کا اسی قسم کا اندیشہ تھا جس طرح صحابہ کرام کے دور میں قرآنی آیات اور روایات کو ایک جگہ لکھنے میں التباس کا خوف پیدا ہو گیا تھا کیونکہ تابعین میں سب کے سب صرف محدّث ہی نہ تھے بلکہ ان میں اکثر حضرات محدّث ہونے کے علاوہ تفقہ کا درجہ بھی رکھتے تھے اس لیے وہ حدیث کے الفاظ وکلمات اور اس کا صحیح مفہوم سمجھنے اور سمجھانے میں اپنی رائے اور اجتہاد بھی رکھتے تھے۔ اور اپنے اجتہاد کو لکھتے اور لکھواتے بھی تھے۔ سعید بن المسیب، جو اپنے دور کے کبار فقہاء میں شمار ہوتے تھے ان کے پاس ایک شخص آیا اور کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ ابن المسیب نے جواب میں حدیث لکھوادی۔ پھر اسی شخص نے ابن المسیب سے اس مسئلہ میں ذاتی رائے معلوم کی۔ جب انہوں نے اپنی رائے اور اجتہاد پیش کی تو اس شخص نے وہ بھی اپنے پاس نوٹ کر لی۔ اسی مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک صاحب نے ابن المسیب سے پوچھا: کیا آپ نے اس شخص کو حدیث کے ساتھ اپنی رائے لکھنے کی اجازت دی ہے؟ ابن المسیب نے جواب دیا: نہیں۔ اس کے بعد آپ رحمہ اللہ نے اس

شخص سے وہ کاغذ لے کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا(28)

جابر بن زید سے کہا گیا کہ آپ کے شاگرد آپ کی رائے بھی لکھتے جاتے ہیں۔آپ نے اپنے شاگردوں کو مخاطب کیا اور کہا: آپ لوگ احادیث کے ساتھ میری رائے بھی لکھتے ہیں۔حالانکہ میری رائے میری رائے ہے۔ممکن ہے کل میں اس سے رجوع کرلوں۔(29)

تابعین کتابت کے قائل تھے

اس قسم کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعین عمومی لحاظ سے کتابتِ حدیث کے مخالف نہیں تھے بلکہ وہ یہ چاہتے تھے کہ حدیث کے ساتھ آراء واقوال کو شامل کرنے سے گریز کیا جائے۔حقیقت یہ ہے کہ تابعین کتابتِ حدیث کے قائل تھے اور اپنے شاگردوں کو حدیث کی کتابت کی ترغیب دیتے تھے یہاں تک کہ صحابہ کرام کے حلقوں میں جا کر ان کی روایات بڑے اہتمام اور انہماک کے ساتھ لکھتے رہتے تھے۔سعید بن جبیر (م-95ھ) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث لکھتے تھے۔جب سارا کاغذ بھر جاتا تو کسی اور چیز پر لکھ لیتے تھے اور پھر کاغذ پر نقل کر لیتے تھے۔(30)

سعید بن جبیر کہتے ہیں: میں ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کے پاس آتا جاتا تھا اور ان دونوں سے حدیث لکھتا تھا اور کبھی اونٹ کے پالان کی لکڑی پر لکھ لیتا تھا اور جب اونٹ پر سے اترتا تو کاغذ پر نقل کر لیتا تھا۔(31)

سعید بن المسیب کی خدمت میں عبدالرحمٰن بن حرملہ نے جب اپنی قوتِ حافظہ کی کمی کی شکایت کی تو انہوں نے کتابتِ حدیث کی اجازت دے دی۔(32)

رفتہ رفتہ کتابت حدیث کا سلسلہ اتنا وسیع ہو گیا کہ لکھی ہوئی قلمی کتابیں بکثرت ممالک اسلامیہ میں پھیل گئیں۔حسن بصری (م110ھ) نے ایک موقعہ پر کہا:"ہمارے پاس اتنی کتابیں جمع ہو گئی ہیں کہ اب ہمیں ان کی نگرانی کرنی پڑتی ہے"۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز (م101ھ) بھی حدیث لکھا کرتے تھے۔ابوقلابہ کہتے ہیں:

> ایک دن عمر بن عبدالعزیز ظہر کی نماز کے لیے باہر آئے۔ان کے ہاتھ میں کاغذ تھا۔پھر عصر کی نماز کے لیے باہر آئے تو اس وقت بھی ان کے ہاتھ میں کاغذ تھا۔میں نے پوچھا:

امیر المؤمنین! یہ کیا کاغذ ہے؟...... آپ نے جواب دیا: عون بن عبداللہ نے مجھ سے حدیث بیان کی مجھے پسند آئی میں نے اسے لکھ لیا ہے''۔

ان تمام روایات سے بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پہلی صدی کے اختتام اور دوسری صدی کے آغاز میں کتابتِ حدیث کا رواج عام ہو چکا تھا۔ اور حدیث کے مخطوطات بلادِ اسلامیہ میں بکثرت پھیل گئے تھے۔ یہاں تک کہ مجاہد بن جبر (م103ھ) نے اپنے شاگردوں کو اجازت دی کہ وہ ان کے مکان کے بالا خانہ پر جا کر وہاں سے ان کی کتابیں اتار لائیں اور ان سے نقل کر لیں۔ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے عامل کو لکھا کہ وہ رجاء بن حیوۃ (م112ھ) سے حدیث دریافت کریں۔ اس موقع پر رجاء نے کہا:

((كنت قد نسيته لو لا أنه كان عندى مكتوبا)) (33)

''میں یہ حدیث بھول گیا ہوتا اگر یہ میرے پاس لکھی ہوئی نہ ہوتی''۔

عطاء بن ابی رباح (م114ھ) حدیث خود لکھتے تھے اور ان کے شاگرد بھی ان کی مجلس میں بیٹھ کر لکھتے تھے۔ آپ اپنے طلبہ کو پڑھنے اور لکھنے کی بہت ترغیب دیتے تھے۔ ابوحکیم احمدانی کہتے ہیں: میں عطاء بن ابی رباح کے پاس ہوتا اور دوسرے طلبہ بھی ہوتے تھے۔ آپ ہمیں مخاطب کرتے ہوئے فرماتے تھے: بچو! آؤ اور لکھو۔ تم میں جو اچھی طرح نہیں لکھ سکتا ہم اس کے لیے لکھ کر دیں گے۔ اور جس کے پاس کاغذ نہ ہو ہم اسے کاغذ بھی دیں گے'' (34)

اسی طرح علمی ذوق لوگوں میں بڑھتا گیا۔ حدیث کی کتابیں بھی زیادہ ہونے لگیں۔ علماء کے پاس لکھی ہوئی روایات علمی حلقوں میں پڑھی جانے لگیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ ولید بن السائب کہتے ہیں: میں نے مکحول، نافع اور عطاء سے طلبہ کو لکھی ہوئی احادیث پڑھتے ہوئے دیکھا ہے''۔(35)

عبیداللہ بن ابورافع کہتے ہیں: میں نے ایک شخص کو دیکھا وہ ابوداؤد عبدالرحمٰن بن ہرمز اعرج (م117ھ) سے لکھی ہوئی احادیث جو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرویات تھیں پڑھ رہے تھے۔ شاگرد نے پوچھا: اے ابوداؤد! کیا یہ آپ کی بیان کردہ روایات ہیں؟...... اعرج نے کہا: ہاں۔(36)

نافع (م112ھ) اپنے طلبہ کو حدیث لکھواتے تھے اور ان کے شاگرد ان کے سامنے لکھتے تھے۔ قتادۃ بن دعامۃ سدوسی (م118ھ) سے کسی نے حدیث کی کتابت کے بارے میں پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا:

((ما يمنعک أن تکتب وأخبرک اللطيف الخبير أنه يکتب قال: علمها عند ربّی فی کتاب، لا يضلُّ ولا ينسی))

''تمہیں لکھنے سے کون روکتا ہے؟ خدائے لطیف وخبیر نے تمہیں خبر دی ہے کہ وہ لکھتا ہے اس کا ارشاد ہے: علمها عند ربّی فی کتاب...... ''

خالد بن معدان الکلاعی الحمصی (م104ھ) نے اپنی روایات کو کتابی صورت میں محفوظ رکھا تھا۔ ابو کلابہ عبیداللہ بن زید (م104ھ) نے وصیت کی تھی کہ ان کی وفات کے بعد ان کی کتابیں ایوب سختیانی (م131ھ) کو دے دی جائیں جو ان کے شاگرد تھے۔ جب یہ کتابیں ایوب سختیانی کے پاس پہنچیں تو ایک اونٹ کا بار (بوجھ) تھیں۔ اس کا کرایہ ایوب نے دس درہم ادا کیا۔ (37) عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نے حدیث لکھی پھر اسے مٹا دیا۔ پھر مجھے یہ بات محسوس ہوئی کہ میں مال اور اولاد کو فدا کر دیتا مگر حدیث کو نہ مٹاتا۔ یوم حرہ کے موقع پر آپ کی جو کتابیں جلا دی گئیں ان کے بارے میں آپ بہت پریشان رہتے تھے اور فرماتے تھے: ''کاش میرے اہل وعیال کے بدلے میری کتابیں میرے پاس ہوتیں''۔ (38)

امام محمد باقر بن علی بن حسین (م114ھ) کے پاس کتابیں تھیں۔ ان سے ان کے صاحبزادے امام جعفر صادق نے بعض کتابوں کی سماعت کی تھی اور بعض کتابوں کو ان سے بالالتزام پڑھا تھا۔

مکحول دمشقی کے پاس کئی مخطوطات تھے۔ (39)

حکم بن عتبہ کے پاس بھی روایات کے مکتوبہ مجموعے تھے۔ (40)

بکیر بن عبداللہ الأشج (م۱۱۲ھ) جو مدینہ کے عالم کہلاتے تھے ان کے پاس لکھی ہوئی روایات کے ذخائر تھے جو ان کے بیٹے مخرمہ بن بکیر کو ملے۔ (41)

قیس بن سعد مکی (م-112ھ) کے پاس کتابیں تھیں جو حماد بن سلمہ (م167ھ) کے پاس منتقل ہوگئیں (42)

امام زہری کے پاس کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا جن کی نقل ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان کو کرا دی تھی جب ولید قتل ہوا تو یہ سب کتابیں ولید کی الماریوں سے ایک چھکڑے پر لاد کر دوسری جگہ منتقل کر دی گئیں (43)

صحیفۂ صحیحہ (صحیفہ ہمّام بن منبہ)

ہمام بن منبہ (م131ھ) کبار تابعین کے طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے خاص شاگردوں میں تھے۔ ان سے بکثرت احادیث سن کر لکھ لی تھیں۔ ان احادیث کا املاء حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کرایا۔ اور ایک یا چند صحیفوں میں جمع کرایا تھا۔ اس مجموعہ کا نام آپ نے ''الصحیفة الصحیحة'' رکھا تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے صحیفۂ ہمام کے دو مخطوطے حاصل کر کے اسے شائع کر دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو اس صحیفہ کا ایک مخطوطہ دمشق سے اور دوسرا برلن (جرمنی) سے ملا۔ ان دونوں مخطوطوں میں بالکل مطابقت تھی۔ اس طرح ہمام بن منبہ کی کتاب صحیفہ صحیحہ کا کامل نسخہ من وعن ہم تک پہنچ گیا۔ ہمّام بن منبہ نے اپنا یہ صحیفہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات سے پہلے ان سے سن کر لکھا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی وفات 59ھ میں واقع ہوئی۔ لامحالہ یہ صحیفہ جو علمی و دینی وثیقہ ہے پہلی صدی ہجری کے نصف اول میں لکھا گیا۔ پھر ہمام سے معمر بن راشد یمنی اور معمر بن راشد سے امام عبدالرزاق الصنعانی نے اخذ کیا۔ اس طرح سلسلہ بہ سلسلہ یہ صحیفہ نقل ہوتا رہا۔ اس صحیفہ میں ایک سو اڑتیس روایات ہیں۔ یہ ساری روایات امام احمد بن حنبل کی مسند میں ''مسند ابو ہریرہؓ'' کے تحت اسی ترتیب کے ساتھ منقول ہیں جس ترتیب کے ساتھ اس صحیفہ میں آئی ہیں۔

تدوین حدیث کی ضرورت

پہلی صدی ہجری کے اواخر تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کی کوشش و کاوش سے حدیث کے مکتوبہ اجزاء کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔ مگر یہ ذخیرہ منتشر اور مختلف اہل علم کے حلقوں تک محدود تھا۔ ان سب منتشر مکتوبہ اجزاء کو اکٹھا کرنے اور ان کو باقاعدہ طور پر سرکاری اخراجات سے شائع کرنے کا خیال سب سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز (م 101ھ) کو ہوا۔ 99ھ میں آپ کو خلافت کی ذمہ داری دے دی گئی۔ آپ خود حدیث وفقہ کے ماہر تھے۔ علمی فضا میں تعلیم و تربیت پائی تھی۔ علمائے حدیث کے حلقوں میں شریک ہوتے تھے اور نہایت متدین اور معتدل مزاج تھے۔ آپ نے حدیث نبوی ﷺ کی صورت حال کا جائزہ لیا تو دیکھا کہ تقریباً تمام صحابہ اور کبار تابعین وفات پا چکے ہیں اور اہل ہوا و بدعت نیز سیاسی جماعتوں اور فرقوں نے اپنے منشاء اور مقصد کو پورا کرنے کے لیے احادیث کثرت سے وضع کر لی ہیں اور کر رہے ہیں۔ اور عرب و عجم کے اختلاط اور باہمی

از دواج سے جو نئی نسل نمودار ہوئی ہے وہ حفظ وضبط حدیث میں خالص عربوں کے حفظ وضبط کے مقابلہ میں کمزور واقع ہوئی ہے۔ان حالات کے پیش نظر آپ نے حدیثِ نبوی ﷺ کی تدوین کا مصمم ارادہ کیا۔آپ کے دور میں جو اکابر تابعین تھے وہ حدیث کی کتابت کو جائز سمجھتے تھے۔جب عمر بن عبدالعزیز نے تدوینِ حدیث کے سلسلہ میں اپنے ارادہ کا اظہار کیا تو علماء نے آپ کی تائید کی اور آپ کو ہر ممکن مدد کا یقین دلایا۔اس دور میں وضع حدیث کے فتنے کا تدارک کرنے کے لیے علماء انفرادی طور پر مساعی میں مصروف تھے۔جب حکومت کی طرف سے اس ضمن میں آواز بلند ہوئی تو علماء کے حوصلے بڑھ گئے۔ابن شہاب زہری کے بھائی کا بیان ہے کہ میں نے ابن شہاب زہری کو یوں کہتے ہوئے سنا: اگر مشرق (عراق) کی طرف سے ایسی حدیثیں نہ آتیں جن کے ہم سب منکر ہیں تو میں حدیث نہ لکھتا اور نہ اس کی کتابت کی اجازت دیتا۔(44)

عمر بن عبدالعزیز اور تدوینِ حدیث

امام زہری رحمہ اللہ کی یہ رائے اس دَور کے بیشتر علماء کی رائے کے موافق تھی کیونکہ ان علماء کو جس قدر حدیث کے ضائع ہونے کا خیال تھا اسی قدر حدیث کو ''کذب'' اور ''وضع'' سے بچانے کا بھی خیال تھا۔ان دو بڑے عوامل نے علماء امت کو خدمتِ حدیث اور کتابتِ حدیث پر آمادہ کر دیا اور ان ہی عوامل نے عمر بن عبدالعزیز کو سرکاری طور پر حدیث کے جمع کرنے ،لکھوانے اور اس کی اشاعت پر مستعد اور تیار کر دیا۔آپ نے اپنی مملکت کے تمام علاقوں کے عاملوں کے نام حکمنامہ بھیجا۔ابونعیم تاریخ اصفہان میں لکھتے ہیں:

((انَّ عمر بن عبدالعزیز کتب إلی أهل الآفاق: انظروا إلی حدیث رسول الله ﷺ فاجمعوه)) (45)

''عمر بن عبدالعزیز نے تمام ولاۃ کے نام خط لکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب روایات کو تلاش کرو اور انہیں جمع کرو''۔

آپ نے اہلِ مدینہ کو لکھا:

((انظروا حدیث رسول الله ﷺ، فاکتبوه، فانی خفت دروس العلم وذهاب أهله)) (46)

''رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو دیکھو اور اس کو لکھو۔ مجھے علم (حدیث) کے جاننے والوں کے چلے جانے اور اس علم کے مٹنے کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے''۔

حاکم مدینہ ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم (م 112ھ) کے نام پر حکم نامہ بھیجا:

((أكتب إليَّ بما ثبت عندک من الحديث عن رسول الله ﷺ، وبحديث عمرة، فاني خشيت دروس العلم وذهابه"))

''آپ کے پاس جو صحیح اور ثابت روایات ہیں انہیں لکھ کر میرے پاس بھیج دو عمرہ بنت عبد الرحمٰن کے پاس جو ذخائر تھے وہ بھی میرے پاس بھیج دو۔ مجھے اس علم (حدیث) کے ضائع ہونے اور اس کے حاملین کے دُنیا سے اٹھ جانے کے باعث ایک خوف سا محسوس ہو رہا ہے''

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے حاکم مدینہ کو یہ بھی لکھا تھا:

((أن يكتب لى العلم من عند عمرة بنت عبدالرحمن، والقاسم بن محمد فكتب إليه)) (48)

''عمر بن عبدالعزیز کے لیے عمرۃ بنت عبدالرحمٰن (م 98ھ) اور قاسم بن محمد بن ابی بکر (م 107ھ) کی روایات لکھ کر بھیج دو۔ حاکم مدینہ نے ان دونوں کی احادیث خلیفہ کے لیے لکھوا کر بھیج دیں''۔

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے خط میں یوں لکھا:

((انى خفت دروس العلم، وذهاب العلماء، ولا تقبل إلا حديث النبى ﷺ، وليفشوا العلم، وليجلسوا حتى يعلم من لا يعلم، فان العلم لا يهلک حتى يكون سراً)) (49)

''مجھے علم (حدیث) کے مٹنے اور علماء کے چلے جانے کا خوف پیدا ہو گیا ہے۔ تم وہی روایت قبول کرنا جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو لوگوں کو چاہئے کہ علم (حدیث) کی اشاعت کریں اور اس کے لیے حلقے قائم کریں تا کہ حدیث کو نہ جاننے والا اس کو جان لے

علم اس وقت مٹتا ہے جب وہ پوشیدہ اور مخفی رہے"۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابن شہاب زہری (م 124ھ) اور دوسرے علماء کو سنن کے جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اپنے پورے ممالک محروسہ میں ذمہ دار افراد کو سنت کی تعلیم اور اس کے احیاء اور اہل علم کی حوصلہ افزائی کے لیے حکم نامے بھیجے۔ عکرمہ بن عمار کہتے ہیں:

((أما بعد: فأمروا أهل العلم أن ينشروا في مساجدهم فإن السنة كانت قد أميتت)) (50)

"اہل علم کو بتاؤ کہ وہ اپنی اپنی مسجدوں میں علم (حدیث) کی اشاعت کریں کیونکہ سنت پر عمل روز بروز گھٹتا جا رہا ہے"۔

عمر بن عبدالعزیز حدیث کی اشاعت کے لیے علماء کی مجالس میں شریک ہوتے اور احادیث کے مناقشے میں حصہ لیتے تھے۔ ابوالزناد عبداللہ بن زکوان القرشی کہتے ہیں:

((رأيت عمر بن عبدالعزيز جمع الفقهاء، فجمعوا له أشياء من السنن، فإذا جاء الشيء الذي ليس العمل عليه قال: هذه زيادة، ليس العمل عليها))(51)

"میں نے عمر بن عبدالعزیز کو دیکھا انہوں نے فقہاء کو جمع کیا جنہوں نے سنن سے متعلق کچھ روایات فراہم کی تھیں۔ اس میں اگر کوئی روایت ایسی ہوتی جس پر عمل نہیں ہوتا تھا تو وہ کہتے تھے۔ یہ روایت اضافی ہے اس پر عمل نہیں ہے"۔

حضرت عمر بن العزیز نے تدوینِ حدیث کے سلسلہ میں تمام اکابر تابعین، علماء اور فقہاء سے تعاون حاصل کیا۔ اس بارے میں آپ نے جن اہم شخصیات کی معلومات، تجربات اور صلاحیتوں سے استفادہ کیا ذیل میں ان کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے:

ابوبکر بن حزم

آپ مدینہ منورہ کے حاکم، قاضی اور موسمِ حج کے سربراہ تھے۔ اپنے دور کے علماء میں علم وفضل کے لحاظ سے بہت مقبول اور معروف تھے۔ امام مالک بن انس کہتے ہیں: "میں نے ابوبکر بن حزم جیسا شخص نہیں دیکھا ہے۔

آپ مروّت اور کردار کے پیکر ہیں۔ مدینہ منورہ میں ''قضا'' کا علم رکھنے والا ابوبکر بن حزم جیسا کوئی نہیں ہے''(52)

ابوبکر بن حزم کے دادا عمرو بن حزم جلیل القدر صحابی اور بحرین کے حاکم تھے۔ انہیں رسول اکرم ﷺ نے ''کتاب الصدقۃ'' لکھوا کر دی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر بن حزم کو حدیث جمع کرنے کے لیے لکھا اور یہ ہدایت کی کہ عمرۃ بنت عبدالرحمٰن کے پاس حدیث کی جو روایات تھیں وہ بھی لکھ کر ارسال کر دیں۔

عمرۃ بنت عبدالرحمٰن

عمرۃ بنت عبدالرحمٰن ابوبکر بن حزم کی خالہ تھیں۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سرپرستی میں تعلیم و تربیت حاصل کی تھی۔ طبقۂ تابعین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کے پاس روایات کا معقول ذخیرہ تھا۔ اس لیے عمر بن عبدالعزیز نے بطورِ خاص حاکم مدینہ کو آپ کی روایات ارسال کرنے کی ہدایت کی تھی۔

قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق (م 107ھ)

آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔ بچپن میں یتیم ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے یتیم بچے کو اپنے آغوش میں لیا اور خوب تربیت کی۔ آپ اپنے دور کے مشہور و معروف فقیہ تھے۔ مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ سفیان بن عینیہ کہتے ہیں: ''حضرت عائشہؓ کا علم تین لوگوں کے پاس رہا۔ قاسم بن محمد، عروۃ بن الزبیر اور عمرۃ بنت عبدالرحمٰن (کے پاس)''۔

ابن شہاب زہری

آپ کا پورا نام ابوبکر محمد بن مسلم ہے۔ اپنے دور کے ''اعلام'' میں سے تھے۔ طالب علم ہوتے ہوئے ''سنن'' اور ''قضایا'' لکھ لیا کرتے تھے۔ ابوالزناد کہتے ہیں: ''ہم صرف حلال اور حرام کے مسائل لکھا کرتے تھے اور زہری جو کچھ سنتے تھے اسے لکھ لیتے تھے۔ جب امام زہری کی ضرورت پیش آئی تو ہمیں معلوم ہوا کہ وہ (أعلم الناس) ''سب سے بڑے عالم'' ہیں۔ امام زہری رحمہ اللہ کے متعلق امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((كان الزهرى إذا دخل المدينة، لم يحدّث بها احد من العلماء حتى يخرج منها، وأدركت بالمدينة مشائخ ابناء سبعين وثمانين لا يؤخذ عنهم،

ویقدّم ابن شهاب وهو دونهم فی السن فیزدحم علیه، وکان یقول: بقی ابن شهاب وماله فی الدنیا نظیر))   (53)

''زہری جب مدینہ میں آتے تھے تو کوئی شیخ وہاں اس وقت تک حدیث نہیں بیان کرتا جب تک زہری وہاں سے چلے نہ جاتے۔ میں نے مدینہ منورہ میں ستر اور اسّی برس کی عمر والے مشائخ کو اس حال میں دیکھا کہ طلبہ ان کی طرف دھیان نہیں دیتے بلکہ ابن شہاب زہری کی مجلس میں جاتے تھے۔ حالانکہ زہری عمر کے لحاظ سے کم تھے۔ زہری کے پاس طلبہ کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں: اب ابن شہاب ہی رہ گئے ہیں دُنیا میں اب ان جیسی شخصیت کوئی نہیں ہے''۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تدوینِ حدیث کی اہم خدمت کے لیے امام ابن شہاب زہری کو مامور کیا۔ امام زہری رحمہ اللہ اس ضمن میں کہتے ہیں:

((أمرنا عمر بن عبدالعزیز بجمع السنن فکتبناها دفترا دفتراً فبعث إلی أرض له علیها سلطان دفتراً))   (54)

''عمر بن عبدالعزیز نے سنن کو جمع کرنے کے لیے ہمیں ذمہ داری دی۔ ہم نے سنن کو کاپیوں میں لکھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے اپنی ریاست میں جہاں ان کی حکومت تھی ایک ایک کاپی بھیج دی''

اسی بناء پر کہا جاتا ہے: ((اول من دوّن العلم ابن شهاب))   (55)

ابن شہاب زہری خود کہتے تھے: ((لم یدوّن هذا العلم أحد قبل تدوینی)) (56)

''اس علم (حدیث) کو میری تدوین سے پہلے کسی نے مدون نہیں کیا''۔

ابن شہاب زہری کی تدوین دراصل سرکاری طور پر تدوینِ حدیث کی ابتدائی خدمت تھی ورنہ اس سے پہلے انفرادی طور پر دورِ رسالت اور عہد صحابہ وتابعین میں حدیث کے حفظ کرنے، پڑھنے پڑھانے اور حدیث کو قلم بند کرنے اور روایت کے ذریعہ نشر واشاعت کرنے کا سلسلہ برابر جاری رہا تھا۔

حواشی وحوالہ جات

(1) تذکرہ الحفاظ للإمام الذھبی، ج:1، ص:153

(2) ایضاً

(3) مسند الإمام احمد، ج:2، ص:45

(4) سورۃ النور:55

(5) تہذیب التاریخ الکبیر لابن عساکر الدمشقی، ج:1، ص:69

(6) ایضاً

(7) ماخوذ از سیرت النبی مؤلفہ مولانا شبلی نعمانی

(8) اعلام الموقعین للإمام ابن قیم الجوزیۃ، ج:1، ص:20

(9) ابن سعد بروایت امام ابومسلم شعرانی

(10) معرفۃ علوم الحدیث للإمام حاکم نیشاپوری۔ الرحلۃ فی طلب العلم

(11) جامع بیان العلم للإمام ابن عبدالبر الاندلسی

(12) معرفۃ علوم الحدیث۔

(13) تقیید العلم، للإمام أبی بکر خطیب البغدادی، ص:88

(14) الکفایۃ، للإمام خطیب البغدادی، ص:354

(15) رواہ الإمام احمد عن طارق ابن شہاب

(16) مصنف ابن ابی شیبہ، ج:1، ص:115

(17) الکفایہ، ص:229

(18) الکفایہ، ص:205

(19) طبقات ابن سعد، ج:2، ص:162

(20) طبقات ابن سعد، ج:5، ص:216

(21) تقييد العلم، ص:96-95

(22) تذکرہ الحفاظ، ج:1، ص:41

(23) طبقات ابن سعد، ج:5، ص:433

(34) المحدث الفاصل، للإمام الرامهرمزی، ص:91

(25) تهذيب التهذيب للإمام ابن حجر العسقلانی، ج:4، ص:198

(26) تقييد العلم، ص:60

(27) ایضاً

(28) جامع بیان العلم، ص:144

(29) جامع بیان العلم، ج:2، ص:31

(30) تقييد العلم، ص:102

(31) تقييد العلم، ص:103

(32) جامع بیان العلم، ج:1، ص:23

(33) سنن الدارمی، ج:1، ص:23

(34) سنن الدارمی، ج:1، ص:129

(35) الکفایہ، ص:164

(36) طبقات ابن سعد، ج:5، ص:209

(37) طبقات ابن سعد، ج:5، ص:216

(38) جامع بیان العلم، ج:1، ص:21

(39) فہرست ابن الندیم، ص:318

(40) مقدمہ جرح وتعدیل، للإمام الرازی، ص130

(41) تذکرہ الحفاظ، ص:190

(42) تاریخ الاسلام للذہبی، ج:5، ص:141

(43) کشف الظنون، ص:20

(44) تقیید العلم، ص:108

(45) ایضاً

(46) فتح الباری للحافظ ابن حجر العسقلانی، ص:204

(47) سنن الدارمی، ج:1، ص:126

(48) مقدمۃ الجرح والتعدیل، ص:126

(49) ایضاً

(50) المحدّث الفاصل، ص:53

(51) ایضاً، ص:30

(52) تہذیب التھذیب، ج:12، ص:39

(53) کتاب الجرح والتعدیل، ص:20

(54) جامع بیان العلم، ص:76

(55) جامع بیان العلم، ص:26

(56) تدریب الراوی للإمام جلال الدین السیوطی۔